تعلیم وتربیت

مقالہ نویسی کی اہمیت اور طریقہ کار

معروف مؤرخ مولانا محمد اسحٰق بھٹی کا جامعہ سلفیہ کے طلباء سے خطاب

گرامی قدر اساتذہ کرام اور عزیز طلباء، السلام علیکم!

مجھے آج اچانک مقالہ نویسی کی ضرورت، اہمیت اور طریقہ کار پر کچھ بیان کرنے کا حکم ملا، سوچتا ہوں کہ اس اہم موضوع پر کیا عرض کروں، میں مقرر نہیں ہوں، خطیب نہیں ہوں، واعظ نہیں ہوں، ''میرے اوصاف'' سے آپ سب واقف ہیں۔ اس کے باوجود مجھ غریب کو آپ کے حضور پیش کر دیا گیا ہے۔ اب میں کچھ عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ علماء کی مجلس میں بولنا بہت مشکل ہے۔ خطیبوں کے سامنے زبان کھولنا بڑے دل گردے کا کام ہے لکھنا تنہائی کا کام ہے۔ آپ ایک کٹیا یا جھگی میں بیٹھے لکھ رہے ہیں کوئی دیکھتا نہیں ہے، کوئی سنتا نہیں جس طرح مرضی لکھتے رہیے۔ الفاظ کو بڑھاتے رہیے، گھٹاتے رہیے، لیکن کسی مجلس میں اچانک بولنا اور براہ راست بات کرنا خصوصاً عالموں، خطیبوں، واعظوں اور مدرسین کے سامنے یہ واقعی بڑا امتحان ہے۔

آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ قلم کو سب سے اول ذکر کیا اور اس کو بڑا مقدس قرار دیا ہے۔ اس کی قسم کھائی ہے: ﴿والقلم وما یسطرون﴾

اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ گفتگو پر تعلیم اور قلم کو اہمیت حاصل ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قلم کا استعمال کرنا، دماغ کا استعمال کرنا، ذہن کو ایک طرف لگا دینا، قرآنِ حکیم کا حکم ہے۔ حدیث کا بھی یہی حکم ہے۔ آپؐ کے وقت احادیث لکھی گئیں، جن کو آپ صحیفے کہتے ہیں۔ صحیفہ علی، صحیفہ عمر بن خطاب، صحیفہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ مختلف صحائف ہیں۔ ان سے مراد وہ صحائف جن میں احادیث کو تحریری طور پر جمع کیا گیا۔ صحیفہ ہمام بن منبہ ہے۔ یہ حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے۔ وہ تمام حدیثیں انہوں نے جمع کیں جو مختلف کتب میں موجود ہیں، جسے ممتاز سکالر ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے چھاپ دیا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے صحائف ہیں جو ابھی مخطوطات کی شکل میں، مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں۔ اس ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ جو چیز لکھی جائے اور قلم کی زد میں آ جائے اور تحریر کی گرفت میں آ جائے وہ دیرپا ہوتی ہے۔ صدیوں پہلے لکھے گئے صحائف آج بھی موجود ہیں۔ بہت سے بزرگوں

نے کتابیں لکھیں۔ دور نہیں جاتے ہندوستان کو لیجئے، برصغیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرآنِ مجید کا ترجمہ کیا، حجۃ اللہ البالغہ لکھی، اس کتاب میں تمام موضوعات آتے ہیں۔ یہ سب محفوظ ہے۔ اس پر مختلف کام ہوئے اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر لکھی جو تفسیر عزیزی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے اڑھائی پارے دستیاب ہیں، جب کہ باقی حصہ ۱۸۵۷ء کی جنگ میں ضائع ہو گیا۔ یا یہ لائبریری آف انڈیا لندن میں پہنچ گیا۔ اسی طرح شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ کے اردو ترجمے ہیں۔ اس کے ساتھ انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر موضح القرآن لکھی۔ اس کا تفصیلی تذکرہ میں نے ''برصغیر کے خدام قرآن'' میں کیا ہے۔

بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ لکھنے کا طریقہ شروع ہی سے چلا آرہا ہے لکھنے ہی کی وجہ سے حدیثوں کا ذخیرہ ہم تک پہنچا ہے۔ راویوں کے حالات ہمارے پاس موجود ہیں جو دوسری صدی ہجری سے لے کر نویں ہجری تک کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ اسماء الرجال کا یہ مبارک سلسلہ ہے جس کی بدولت آج ہم حدیث کی صحت اور عدم صحت کو پہچان سکتے ہیں۔ حدیث ضعیف ہے اور راوی کیسا ہے۔ یہاں میں تھوڑا سا عرض کرنا چاہوں گا۔ خصوصاً ضعیف حدیثیں یا موضوع...... موضوع حدیثیں تو ٹھیک ہیں کہ ان کے بارے میں دوٹوک موقف اختیار کرنا چاہیے، وہ ہرگز قابل قبول نہیں۔ لیکن حدیث کو ضعیف قرار دینے میں ہاتھ ہولا رکھنا چاہیے (معذرت کے ساتھ) منکرین حدیث اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے، یہ حدیث ضعیف ہے مجھ سے ان کا رابطہ رہتا ہے، خصوصاً جب میں الاعتصام میں کام کرتا تھا اس وقت سے میرا ان سے تھوڑا بہت تعلق ہے۔ وہ مجھے کہا کرتے تھے کہ تم بھی حدیث کے منکر ہو، ہم بھی منکر ہیں۔ میں نے کہا ہم کیسے منکر ہو گئے۔ ہم تو اہل حدیث ہیں، کہنے لگے تم اس طرح منکر ہو کہ یہ راوی تدلیس کرتا ہے۔ یہ موقوف روایت کرتا ہے۔ یہ مرسل ہے، یہ عزیز، یہ غریب ہے۔ تم ادھر سے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہو ہم سیدھا کہہ دیتے ہیں کہ حدیث کا معاملہ غلط ہے۔ تو حضرات! حدیث کی صحت اور عدم صحت بیان کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔

لکھنے کے کئی طریقے ہیں، ہمارا لکھنے کا بھی عجیب طریقہ ہے، کہ ہم پڑھتے عربی میں ہیں۔ سوچتے پنجابی میں ہیں، اور لکھتے اردو میں ہیں۔ عربی پڑھنی چاہیے، فارسی کی بھی اہمیت ہے سیکھنی چاہیے، اردو لکھنے کیلئے عربی اور فارسی کا سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ اس کے بغیر اردو میں مہارت پیدا نہیں ہوتی۔ عربی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی

گرائمر تلفظ کی ادائیگی کو درست کر دیتی ہے۔ میں نے ایسے بہت سے لکھنے والے دیکھے ہیں جن کی کتب نہایت عمدہ ہیں لیکن جب بولتے ہیں تو تلفظ تو غلط ہوتا ہے زبر زیر پیش کے صحیح استعمال میں ٹھوکر کھاتے ہیں۔

اردو کے مختلف موضوعات ہیں، مثلاً شخصیات، معاشیات، جغرافیہ، تاریخ وغیرہ۔ آپ نے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ ہر موضوع کی الگ الگ نفسیات ہیں، اور مختلف زبانیں ہیں۔ افسانہ ہے تو اس کی اپنی زبان ہے۔ تاریخ کی اپنی زبان ہے۔ جغرافیہ کی اپنی زبان ہے۔ قرآنِ حکیم کی اپنی زبان ہے۔

ترجمہ کرنا ہے تو اس کا انداز الگ ہے، تفسیر لکھنی ہے تو اس کا اسلوب علیحدہ ہے، فقہ اور فتویٰ میں زبان اور استعمال ہوتی ہے۔ حدیث کی تشریح میں زبان مختلف ہوگی، ناول کا اپنا انداز ہوگا۔

اگر آپ تاریخ پر لکھنا چاہتے ہیں تو تاریخ کی نفسیات کو جانیئے۔ تاریخ دانوں کو سمجھیں، تاریخی کتب کا بغور مطالعہ کریں۔ پھر آپ کو صحیح اندازہ ہوگا۔ سیرت پر لکھنا ہے تو اس کی زبان اور نفسیات کو سمجھیں۔ کتب سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کریں۔ اس کیلئے آپ کو تاریخ کی نسبت الگ الفاظ استعمال کرنا ہوں گے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں الگ انداز اور الفاظ لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں الگ اسلوب اور الفاظ۔ عام لوگوں کے بارے میں الگ طریقہ تحریر ہوگا۔ غیر مسلموں کے بارے میں الگ ترتیب اور الگ الفاظ ہیں۔ اس پر بہت غور وفکر کرنا ہوگا تب جا کر آپ کوئی قابل قدر کام کر سکیں گے۔ آپ کے پاس الفاظ کا وسیع ذخیرہ ہونا چاہیے اور ان کو مناسب جگہ پر ترتیب دینا چاہیے۔ شخصیت کو سامنے رکھ کر اس کے مطابق الفاظ کا انتخاب کرنا چاہیے۔ ایک ہی جملے میں تمام مترادفات استعمال نہیں ہونے چاہئیں بلکہ الفاظ کو بچا کر رکھنا چاہیے۔ مناسب موقعہ پر ہی ان کا استعمال صحیح ہوتا ہے۔

ترجمہ کرنے کیلئے اس زبان کا ماہر ہونا ازحد ضروری ہے۔ مولانا ظفر علی خاں بہت اچھے مترجم تھے، ''معرکہ مذہب وسائنس'' کے نام سے انہوں نے ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اتنا عمدہ ترجمہ کیا ہے کہ مولانا محمد علیؒ کہا کرتے تھے کہ اگر وہ انگریز اس ترجمے کو دیکھ اور سمجھ سکتا تو وہ اپنی اصل کتاب تلف کر دیتا۔ مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم بھی بہت اعلیٰ پائے کے مترجم تھے۔ ان کے تراجم پڑھیں۔ انہوں نے امام غزالی کی کتابوں کے بعض حصوں کا ترجمہ کیا ہے۔ غزالی کی ''المنقذمن الضلال'' کا ترجمہ بھی آیا ہے جو ''سرگزشت غزالی'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے قرآنِ حکیم کی تفسیر لکھی ہے۔ نہایت خوبصورت اسلوب ہے۔ مولانا عبدالسلام نیازی جو کہ بہت بڑے عالم تھے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور ان کا کہنا ہے کہ ابوالکلام، جبریل کی زبان بولتا ہے۔ اگر قرآن اردو زبان میں نازل ہوتا تو ابوالکلام کی زبان میں نازل ہوتا۔ اس لئے عرض ہے مولانا کی تفسیر ضرور پڑھنی چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ عربی الفاظ کو اردو کے قالب میں کیسے ڈھالا جاتا ہے۔

امام غزالی کی احیاء العلوم، امام ابن خلدون کی تاریخ ابن خلدون ان کے ترجمے پڑھنے چاہئیں۔ مقدمہ ابن خلدون کے ایک حصے کا ترجمہ مولانا حنیف ندویؒ نے کیا ہے اسے ضرور پڑھیں، اس سے ترجمہ کرنے کا رجحان پیدا ہوگا اور پتا چلے گا کہ ترجمہ کس طرح کرنا چاہیے۔

میں نے بھی ایک کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ بڑی ضخیم کتاب ہے۔ محمد بن اسحاق اس مصنف کا نام ہے جو کہ ابن ندیم وراق بغدادی کے نام سے معروف ہے۔ مصنف چوتھی صدی ہجری کا ہے اور شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس نے اپنی کتاب میں تمام مسالک کے علماء اور ان کی خدمات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ اس دور کے شعراء کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ طب کا آغاز کب ہوا۔ اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ ایک قسم کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ میں ترجمہ کر کے ادارہ ثقافت اسلامیہ میں مولانا محمد حنیف ندویؒ اور مولانا جعفر شاہ پھلواریؒ کو دکھاتا تھا۔ جہاں کہیں کوئی اصلاح کی ضرورت ہوتی وہ کر دیتے تھے۔ لوگوں نے اس کی تعریف کی ہے کہ بڑا سلیس ترجمہ ہے۔

اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہونے لگا تو ادارے کے ڈائریکٹر جناب سراج منیر صاحب (جو کہ بہت نفیس اور عالم نوجوان تھے اور بڑے نستعلیق مزاج کے مالک تھے) انہوں نے کہا کہ یہ ترجمہ کسی ایسے شخص کو دکھانا چاہیے جو انگریزی اور فارسی جانتا ہو، کیونکہ اسی کتاب کا فارسی اور انگریزی میں ترجمہ ہو چکا تھا، ہم نے وہ کتابیں حاصل کر کے ایک ماہر انگریزی جاننے والے کو دیں تاکہ وہ ترجموں کا موازنہ کر سکے، اس نے رپورٹ میں لکھا کہ اردو ترجمہ فارسی اور انگریزی کی نسبت زیادہ اچھا ہے، جس پر مکمل اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اپنی اردو اچھی بنانے کیلئے ادب سے متعلق کتب پڑھنی چاہئیں، ویسے تو نصاب میں بھی عربی ادب کی کتب شامل ہوتی تھیں۔ مثلاً سبع معلقہ، مقامات حریری اور متنبّی وغیرہ امید ہے اب بھی نصاب کا حصہ ہوں گی، یہ اخلاقیات کی کتابیں نہیں بلکہ ان کا تعلق عربی ادب سے ہے۔

اگر آپ اردو بہتر کرنا چاہتے ہیں تو جوش ملیح آبادی کی کتاب یادوں کی برات پڑھیے۔ اس کتاب کے مندرجات سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن اردو ادب کا مرقع ہے۔ وہ الفاظ کا بادشاہ ہے، الفاظ کا بے پناہ ذخیرہ اس

کے پاس ہے۔ اسی طرح علامہ شبلی کی کتابیں پڑھو، بعض کتابیں نایاب ہیں، لیکن علامہ سید سلیمان ندوی، قاضی سلیمان منصور پوری، ڈپٹی نذیر احمد کی کتابیں میسر ہیں۔ یہ ضرور پڑھنی چاہئیں۔ مولانا عبدالحلیم شرر، حضرت میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان کی کتابیں پڑھیں۔ بہت مفید ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر، مولانا ابوالکلام آزادؒ کی کتابیں پڑھنے سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے۔ خصوصاً مولانا غلام رسول مہر کی کتاب پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ شخصیات پر کیسے لکھا جاتا ہے۔ تاریخ کیا ہے اور کسی تاریخی موضوع پر لکھنے کا کیا اسلوب ہے۔

مولانا غلام رسول مہر مشہور تاریخ دان تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ میں الفہرست کا ترجمہ کر رہا ہوں تو انہوں نے پیغام بھیجا تھا کہ اب پرانا جغرافیہ تبدیل ہو گیا ہے نئے مقامات ہیں۔ لہٰذا آپ مجھ سے رہنمائی لے لیا کریں۔ مگر افسوس کہ میں ان سے صحیح استفادہ نہ کر سکا۔ مہر صاحب نے جماعت مجاہدین پر لکھا اور خوب لکھا۔

لکھنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان تعصب سے بالاتر ہو۔ میں نے اپنی تحریروں میں سب لکھا اور بہت لکھا۔ حتیٰ کہ گیانی ذیل سنگھ پر بھی لکھا۔ میری کتابیں پڑھ کر راولپنڈی سے ایک صاحب نے رابطہ کیا اور کہا اہل حدیث ہو کر آپ نے بڑی فراخ دلی سے سب لکھا ہے۔ تعصب سے کام نہیں لیا۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ مولانا ابو الحسن ندویؒ پر لکھیں، مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ پر لکھیں۔ میں نے کہا میں ان پر ضرور لکھوں گا، ان شاء اللہ

میں نے فقہائے ہند کے نام سے کتاب لکھی جب کہ ہمارے دوست اپنی کتابوں میں اہل حدیث علماء اور فقہاء کا تذکرہ نہیں کرتے۔ ماضی قریب کے علماء میں مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا عبد السلام کی کتب کا مطالعہ ضرور کریں۔ نیز دارالمصنفین کی سیرت صحابہ کرامؓ اور دیگر کتب پڑھیں، بہت مفید کتابیں ہیں ان سے لکھنے کا اسلوب معلوم ہوتا ہے۔

مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ جامعہ سلفیہ نے اپنے آخری سال کے طلباء کیلئے علمی مقالہ لکھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ یہ ایک اچھی اور عمدہ کوشش ہے۔ اس سے طلباء کے اندر لکھنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔ اس سے قبل میں نے کسی اور ادارے کے بارے میں نہیں سنا کہ وہاں مقالہ نویسی کا کام ہوتا ہو۔

میں اپنے عزیزوں سے عرض کروں گا کہ وہ لکھنے سے پہلے اس موضوع کا خوب مطالعہ کریں۔ الفاظ کا ذخیرہ جمع کریں، دس عالموں کے بارے میں لکھنا ہو، تو الفاظ بدلنے ہیں، آپ کیسے بدلیں گے، یہ بھی عالم ہیں، وہ بھی عالم ہیں، یہ مدرس ہیں وہ بھی مدرس ہیں، یہ خطیب ہیں، وہ بھی خطیب ہیں، یہ مقرر ہیں، وہ بھی مقرر ہیں۔ یہ

سیاست دان ہیں، وہ بھی سیاست دان ہیں، ایک شخصیت کے بارے میں جو لفظ استعمال کریں وہ دوسرے کے بارے میں نہ استعمال کریں۔ یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کے پاس الفاظ کا وافر ذخیرہ موجود ہو۔ ہر ایک کو اس کی شخصیت کے مطابق حصہ دے سکیں۔

ایک بات اور عرض کر دوں کہ مترادفات استعمال کرنے سے پرہیز کریں۔ دس یا پانچ الفاظ جو ایک معنی دیتے ہیں، وہاں ایک لفظ استعمال کریں، نو کو بچا کر رکھیں۔ وہ دوسری جگہ استعمال کریں۔ اکثر طلباء مجھ سے پوچھتے ہیں کہ لکھنے کا طریقہ سکھاؤ۔ لکھنے کا طریقہ مشکل بھی ہے اور آسان بھی۔ مشکل اس وقت ہے کہ جس موضوع پر لکھنا ہے اس کا مطالعہ نہیں کیا مثلاً تفسیر جلال پر لکھنا ہے تو کم از کم یہ تو معلوم ہو کہ دو جلال کون تھے۔ کسی اردو کی تفسیر پر لکھنا ہے تو اردو تفسیروں کے بارے میں معلومات ہونی چاہئیں، علی ہذا القیاس۔ جس موضوع پر بھی لکھنا چاہتے ہیں اس کا وسیع مطالعہ کریں۔ پھر قلم پکڑیں۔ میرے عزیزو! اگر آپ نے اردو میں لکھنا ہے تو اردو کی کتابیں پڑھیں، اگر عربی میں لکھنا ہے تو عربی کی کتب کا مطالعہ کریں۔ پھر بات بنے گی۔ خصوصاً جدید کتب کو زیر مطالعہ رکھیں اور اس بات کا خیال کریں کہ مقالے میں جو بات لکھنی ہے اس کا پورا حوالہ دیں۔ آپ جتنے حوالے دیں گے اتنا ہی آپ کا مقالہ پختہ اور علمی ہوتا جائے گا۔ اگر آپ حوالہ نہیں دیں گے تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ مصنف چور ہے۔ اس لئے سرقے کے الزام سے بچنے کیلئے حوالہ ضروری ہے۔ اگر آپ حوالہ نہیں دیتے اور کسی کتاب سے کوئی بات نقل کر دیتے ہیں تو یہ علمی سرقہ ہوگا۔ جو بہرحال ایک کوتاہی ہے۔

آخری بات یہ عرض کروں گا کہ آپ کو باعمل مصنف ہونا چاہیے۔ اچھی صحبت اختیار کریں۔ اچھے لوگوں میں بیٹھیں، عملی زندگی نظر آنی چاہیے۔ اپنی تحریروں میں بھی صاف ستھری زبان استعمال کریں۔ لوگ پڑھ کر آپ کے بارے میں اچھی رائے قائم کریں۔ عرب کے لوگ نبی ﷺ کی زبان سن کر ہی کہہ دیتے تھے کہ یہ ان پڑھ کی زبان نہیں ہے۔ اس قدر شائستہ گفتگو ہوتی کہ لوگ بے حد متاثر ہوتے۔ یہی حال صحابہ کرامؓ کا تھا، زبان جتنی صاف ہوگی اتنا ہی زبان کا اثر ہوگا۔

آخر میں جامعہ سلفیہ کی انتظامیہ کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ گفتگو کرنے کا موقع دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی خدمت کرنے کا موقع دے اور سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

[بشکریہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' جلد:61 شمارہ:41 لاہور]